Vol.5 No.2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

بلونت سنگھ کے افسانوں میں معاشرتی عناصر

SOCIAL ELEMENTS IN BALWANT SINGH'S SHORT STORIES

سارہ سرفراز

لیکچرار، شعبہ اردو، کنیئرڈ کالج فار ویمن یونیورسٹی، لاہور

Email: sara.sarfraz@kinnaird.edu.pk

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی

صدر شعبہ اردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور۔

ABSTRACT:

Balwant Singh (1921-86), author of more than 40 volumes of fiction, which includes 22 novels and about 300 short stories; was in the forefront of Urdu literary world with Bedi, Manto and Krishan Chandar. Even before the Partition Balwant Singh had established himself as a notable writer of fiction in Urdu. Balwant Singh depicted rural life in the Punjab with an insight; especially, his perception of the Sikh psyche is unrivalled. He had the courage to delve deep into the intricacies of the human mind and illuminated hidden terrains which not only made his stories unique but also turned the characters memorable.

The greatest characteristic of Singh's stories is their variety. The writer had seen life from multiple aspects and attempted to understand and explain many of its problems. He was skilled at characterization and several of his creations — Jagga, Albela, Babu Manik Lal — illustrate opposing conditions of human life as the writer took care to bring out their contradictions rather than allowing them to appear uniform.

This paper is an attempt to bring Balwant Singh from out of oblivion and provide the insight into fragments of his literary work.

KEYWORDS: Short Stories, Fiction, Human Life, Urdu, Literature.

بلونت سنگھ کے افسانوں میں مٹی کی خوشبو بستی ہے۔وہ دیہاتی زندگی کی صاف وشفاف تصویر کھینچنے میں ماہر نظر آتے ہیں۔ان کی کہانیوں میں دیہاتی معاشرت کی رنگینی کے ساتھ ساتھ کسان کی مظلومیت ،سیاسی لیڈروں کے جھوٹے وعدے، گاؤں کے جاگیر دارانہ نظام کا کھلا تضاد، نمبر داروں کے دھوکے، روٹی، کپڑا اور مکان کے پیچھے بھاگتا ہوا متوسط طبقہ، لوگوں کی وضع داری اور پنجاب کی زندگی کے کھر درے پن کا گہرا شعور ملتا ہے۔ان کے افسانوں میں پنجاب سانس لیتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور خالص نظر آتا ہے۔وہ پنجاب کی مضبوط روایات "اخلاقی قدروں "بلند حوصلگی اور دلیری کو کاغذ پر مہارت اور روانی سے اتارتے ہیں۔ان کی خاصیت یہ ہے کہ وہ اجڈ، جنگلی، سادہ لوح اور لاابالی دیہاتی لوگوں سے قاری کی ملاقات کرواتے ہیں اور اس ملاقات میں کسی اجنبیت کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا۔

بلونت سنگھ کی پہلی کہانی "سزا"1937 میں ماہنامہ "ساقی" میں شائع ہوئی اور بعد میں "ڈنڈ" کے عنوان سے ہندی زبان میں بھی چھپی۔انہوں نے جتنا بھی لکھا معیاری لکھا ان کے لکھے ہوئے افسانے نامور رسائل ساقی، ادبی دنیا، آجکل، نقوش، ہمایوں، فسانہ، مسیحی دنیا، نئی دنیا اور تیج ویکلی میں شائع ہوتے رہے۔انہوں نے ہندی اور اردو دونوں زبانوں میں افسانے تحریر کیے۔ تمام افسانوی مجموعے پاکستان سے شائع ہوئے ماسوائے افسانوی مجموعہ "ہندستان ہمارا" کے جس کو الہ آباد سے سنگم پبلشرز نے شائع کیا۔ مکتبہ اردو لاہور نے جگا، تارو پود، سنہرا دیش اور پہلا پتھر چھاپ کر بلونت سنگھ کے افسانوی فن کو ادب کے لیے محفوظ کر دیا۔ان کے افسانوں کی مجموعی تعداد 132 ہے۔اگر ہندی زبان میں تحریر کردہ افسانوں کو بھی اس گنتی میں شامل کیا جائے تو یہ تعداد 244 تک جا پہنچتی ہے۔

ڈاکٹر جمیل اختر نے بلونت سنگھ کے افسانوی مجموعوں (اور ناولوں) کو تحقیق، تدوین اور ترتیب کے بعد 8 جلدوں میں قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان سے شائع کیا۔ وہ بلونت سنگھ کے ساتھ اپنی دلچسپی اور محرک کے حوالے سے بتاتے ہیں۔

> "بلونت سنگھ کے کلیات کو مرتب کرنے کا خیال میرے دل میں کئی وجہوں سے پیدا ہوا۔ جس میں سب سے بڑی وجہ اس عظیم افسانہ نگار کو ناقدوں کے ذریعے نظر انداز کیا جانا تھا۔ اردو اور ہندی میں ملا کر تین درجن سے زائد کتابوں کا مصنف اور بطور اوپندر ناتھ اشک تقریباً" تین سو کہانیوں "کا خالق ہونے کے باوجود ان کے انتقال کے بعد نہ ہی اخبارات میں ان کی موت کی خبر نمایاں طور پر شائع ہوئی اور جب ارتھی اٹھی تو اردو ہندی کے ادیبوں میں سے کوئی وہاں موجود نہ تھا۔ یہ کیسی دردناکی تھی۔ نہ ہی کسی رسالے نے ان کے شایان شان کوئی نمبر شائع کیا سوائے چند ایک کے۔ مضامین لکھنے والوں میں بھی لوگوں کی بے حد کمی رہی۔ زیادہ تر مضامین رسائل نے ایک دوسرے سے نقل کیے۔ شاید کسی ناقد نے لکھنے کی حامی نہیں بھری، یہ ناانصافی اور دردناکی مجھ سے دیکھی نہ گئی اور یہیں سے یہ خیال پختہ تر ہوا کہ پرانی پیڑھی نے جو کیا میں نئی پیڑھی سے ان کو متعارف کراؤں تا کہ اس ناانصافی کی تلافی ہو سکے۔ یہ سوچ کر قدم آگے بڑھایا۔" (1)

بلونت سنگھ نے اس زمانے میں لکھنا شروع کیا جب ترقی پسند تحریک اپنے عروج پر تھی اور ہر ادیب اس کی حمایت میں لکھتا تھا جس میں کرشن چندر، عصمت، بیدی، منٹو، خواجہ احمد عباس اور غلام عباس وغیرہ شامل ہیں مگر بلونت سنگھ نے نہ تو کسی گروہ کے ساتھ اپنی وابستگی قائم کی، نہ کسی حلقے کا اثر قبول کیا۔ نہ کسی نقاد کو پٹایا اور نہ ہی کسی کے ساتھ دوستی کی۔ انہوں نے ایک ایسی زندگی اختیار کی جس کا محور وہ

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

خود تھے۔ ملنا جلنا انہیں پسند نہیں تھا۔ وہ "ان سوشل" جانے جاتے تھے۔ یہ ایک ایسی وجہ تھی جس کی بدولت انہیں ادبی حلقوں میں پذیرائی نہ ملی اور جس مقام و مرتبے کے وہ واجب حقدار تھے۔ انہیں حاصل نہ ہوا۔ وہ ایک اندرون بین شخص تھے۔ اپنی تخلیق کی ہوئی دنیا میں مگن رہے۔ باہر کی دنیا ان کے حوالے سے کیا سوچتی ہے اس تاثر کو انہوں نے اپنے فن کے راستے کی رکاوٹ نہیں بننے دیا۔ جتنا لکھا بے لوث ہو کر لکھا۔ پروفیسر گوپی

چند نارنگ رقمطراز ہیں۔

"ہر چند کہ بلونت سنگھ کو ان کی زندگی میں کوئی اہمیت نہ دی گئی اور موت کے بعد تو فراموش ہی کر دیا گیا لیکن اردو افسانوں کے رنگوں میں ایک رنگ بلونت سنگھ کا بھی ہے جو خاصا خوشنما ہے اور دوسروں سے الگ بھی ہے۔ افسانوں کے افق پر اس وقت منٹو، بیدی، کرشن چندر اور عصمت چھائے ہوئے تھے۔ جس سے بلونت سنگھ کی مہک پھیلی تو لیکن اتنی نہ پھیلی جتنا اس کا حق تھا۔ اس میں خود کچھ بلونت سنگھ کی کم آمیزی کا بھی دخل تھا اور کچھ یہ بھی کہ بعد میں ان کی زیادہ تر کتابیں، ناول اور افسانے ہندی میں بھی شائع ہوتے رہے اور اردو نے اپنے ایک البیلے فنکار کو فراموش کر دیا۔" (2)

بلونت سنگھ جس تحسین کے مستحق تھے وہ ان کے حصے میں نہ آسکی مگر اپنی عمدہ افسانی نگاری کی بدولت انہوں نے اردو ادب میں ایسا اضافہ کیا ہے جس کا ذکر نہ کرنا اور داد نہ دینا ان کے فن کے ساتھ زیادتی ہوگی۔

کم گو، اندرون بین اور آدم بیزار بلونت سنگھ کے افسانوں میں زندگی اس سکون اور اطمینان سے سانس لیتی ہوئی نظر آتی ہے جس کی کھوج میں آج کی مشینی زندگی کا جدید انسان کہیں گم ہو گیا ہے۔

بلونت سنگھ اپنے فن کے ذریعے لوگوں کو سکون فراہم کرنا چاہتے ہیں اور یہی ان کا مقصد تحریر بھی ہے۔ ان کا مطمع نظر یہ تھا کہ:

"دنیا میں بہت دکھ ہیں اگر میں اپنے افسانوں سے انہیں کچھ کم کر دوں تو کیا مضائقہ ہے۔" (3)

ان کے افسانوں میں ایک سکون ہے۔ انہیں بار بار پڑھنے پر بھی طبیعت سیر نہیں ہوتی۔ ان کا ذہن کشادہ ہے اور مجموعی فضا تعصب اور تنگ نظری سے پاک ہے۔ اس لیے وہ پنجاب کے دیہاتوں میں بسنے والے سادہ لوح لوگوں کی زندگی کے مختلف گوشوں کو قاری کے سامنے پوری سچائی سے پیش کرتے ہیں۔ وہ اپنے افسانے "پنجاب کا البیلا" میں لکھتے ہیں۔

"دھوپ ہلکی پڑ چکی ہے لیکن گرمی اب بھی کافی تھی۔ سڑک پرے کھیتوں سے ہو کر جاتی تھی۔ راستے میں سڑک سے ذرا پرے ہٹ کر جا بجا رہٹ چلتے دکھائی دے رہے تھے۔ کنوؤں کا صاف و شفاف پانی چھالوں میں گرتا ہوا آنکھوں کو کس قدر بھلا معلوم ہوتا تھا۔ ان کنوؤں کے ارد گرد قینچی سے کتری ہوئی داڑھیوں والے کسان موٹے سوتی کپڑے کے تہبند باندھے بڑے سرور کے عالم میں حقے گڑ گڑاتے نظر آتے۔ جب کنوؤں پر کام کرنے والی لڑکیاں اور عورتیں کھیتوں میں مٹک مٹک کر ادھر ادھر چلتی ہیں تو ان کی لمبی لمبی چوٹیاں ناگنوں کی طرح بل کھا کھا کر لہراتی تھیں۔" (4)

بلونت سنگھ چونکہ خود پنجابی تھے۔ اس لیے ان کو پنجاب سے فطری طور پر بہت محبت تھی۔ اور اس محبت کا اظہار انہوں نے پوری ایمانداری سے کیا ہے۔ میلے، تہوار، رہن سہن، طور طریقے، رسم و رواج حتیٰ کہ موسم وغیرہ کو بھی نہایت فن کاری کے ساتھ اپنے افسانوں میں بیان کیا ہے۔ وہ اس خوبصورتی کے ساتھ منظر بیان کرتے ہیں کہ قاری خود کو کہانی کے کرداروں کے ہمراہ مختلف جگہوں پر موجود، محسوس کر سکتا ہے۔ ان کے بیان کی روانی اس بات کا ثبوت دیتی ہے کہ وہ اپنے فن میں کتنے ماہر ہیں۔

"جوں جوں ہم آگے بڑھتے گئے توں توں زیادہ رونق دینے لگی۔ حلوائیوں، بساطیوں، کمہاروں، کھلونے اور شربت فالودے والوں کی دکانیں ایک طرف، اور نیچے گھومنے والے پنگھوڑے اور دوسری جانب بازوؤں پر نام یا پھول وغیرہ گودنے والوں کے اڈے نظر آنے لگے۔" (5)

وہ باریک بینی سے اپنے کرداروں کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کی مدد سے اپنے افسانوں کی فضا ترتیب دیتے ہیں۔

"کچھ دیر بعد کنواری لڑکیاں تمبو سے یوں تڑپ کر نکلیں جیسے اندھیری گوفہ سے معصوم ہرنیاں دبک کر بھاگتی ہیں اور ان کے پیچھے پیچھے ادھیڑ عمر کی عورتیں یوں لڑھکتی دکھائی دیں جیسے بھاری بھر کم مٹکوں کے نیچے ٹانگیں نکل آئی ہوں۔" (6)

بلونت سنگھ کا قلم صرف دیہاتی زندگی کی عکاسی نہیں کرتی۔ وہ شہری زندگی کے بھی ان موضوعات پر قلم فرسائی کرتے ہیں جن کا حل آج کے جدید دور کے انسان کے پاس نہیں ہے۔ وہ شہروں میں بسنے والے لوگوں کی مجبوریوں اور پریشانیوں کو سامنے لے کر آتے ہیں اور مختلف مسائل کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان کے مطابق شہر کے باسیوں کا ایک اہم مسئلہ "اکیلا پن" ہے۔ اس حوالے سے اپنے ایک افسانے "سمجھوتہ" میں وہ لکھتے ہیں۔

"عجب سنسان مکان تھا۔ شہر کی یہ ایک نئی آبادی تھی۔
مکانات کی تعداد نہ صرف کم تھی بلکہ جو تھے وہ بھی دور دور۔۔۔" (7)

مصنف کی کہانیوں کی ایک نہایت اہم اور خوبصورت عنصر ان کا برائی میں سے اچھائی تلاش کرنا ہے۔ وہ انسان کو بطور انسان ہی پیش کرتے ہیں جو نہ فرشتہ ہے اور نہ ہی شیطان۔ وہ اس کی اس جنگ سے بھی واقف ہیں جو ہمیشہ سے اچھائی اور برائی کے درمیان رہی ہے۔ وہ پوری ایمانداری سے اسے اپنے پڑھنے والوں سے ملواتے ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

جیسے کہ اپنی کہانی "جگا" میں وہ یہ بتاتے ہیں کہ ایک ڈاکو جب عشق میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے اندر ہمدردی اور غیرت کا جذبہ زور پکڑ لیتا ہے اور پھر یہ جذبات آہستہ آہستہ ان منفی جذبات پر حاوی ہو جاتے ہیں جو اسے "ڈاکو" بناتے ہیں۔ کٹر اور وحشی ڈاکو کے اندر جب دل دھڑکنے لگتا ہے تو وہ بھی ایک عام، بے بس اور محبت کے آگے مجبور انسان کے طور پر سامنے آتا ہے۔

"گُرنام کی فرشتہ سیرتی اس کے دل میں دھڑکا پیدا کر دیتی تھی۔ اس کا ملکوتی جمال اس کا سرنگوں کر دیتا تھا۔

صرف اس کے دل کی بے چینی اور ضمیر کی ملامت بڑھ جاتی۔ یہاں تک کہ لوگوں نے نہایت حیرت سے سنا کہ:

جگے نے ڈاکہ زنی ترک کر دی ہے۔" (8)

چور اور ڈاکو پر تحریر کردہ ان کے افسانے قابل تعریف ہیں۔ ان کے ہاں عورت کی حیثیت باوقار ہے۔ اس کی شناخت ایک مضبوط حوالہ ہے۔ اس کی پسند اور ناپسند اہم ہے۔ وہ اپنے فیصلوں میں خود مختار ہے اور اس کا حسن اور نزاکت ان کی تحریروں میں بہت واضح ہے۔ وہ عورت کی خوبصورتی سے اس قدر متاثر ہیں کہ اس کو بیان کرتے ہوئے مختلف تشبیہات اور استعمارات کا سہارا لیتے ہیں۔ کبھی وہ اس کے حسن کو پھول سے تعبیر کرتے ہیں اور کبھی وہ انہیں آسمان سے کوئی ٹوٹا ہوا تارا لگنے لگتی ہے جو انہیں
مبہوت کرنے کی طاقت رکھتا ہے وہ اس معاشرے میں حائل ان الجھنوں کا بھی ذکر کرتے ہیں جن میں عورتیں گھری نظر آتی ہیں۔

"بیٹی یہی دستور ہے دنیا کا۔ کیسی کیسی سہیلیاں تھیں میری۔
میں تصور میں سب کی صورتیں دیکھ سکتی ہوں۔ کیسی شوخ،
کھلنڈری، ہنس مکھ، البیلی، ہائے ایک دفعہ بچھڑ کر پھر
ہم سب ایک مرتبہ بھی پہلے کی طرح یکجانہ ہو سکیں اپنے
اپنے دھندھوں میں پھنس کر رہ گئیں سب۔" (9)

وہ سماج میں رائج جنگل کے قانون سے بھی شدید نالاں نظر آتے ہیں۔ یہ بات انہیں دکھ میں مبتلا کرتی ہے کہ انسان کو اذیت میں ڈالنے والا خود انسان ہی ہے۔ اعلیٰ اخلاقی قدروں کی پامالی اور معاشی ناہمواریاں، انسان کی پستی اور بے حسی کا باعث ہیں۔ اپنے افسانے "پہلا پتھر" میں وہ انجیل مقدس کے اس واقعے کو بیان کرتے ہیں۔ جہاں حضرت عیسیٰؑ سے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ کیا بدکاری کی سزا کے طور پر ایک عورت کو سنگسار کرنا جائز ہے۔

"تب شاستری اور فریسی ایک عورت کو لائے جو بدکاری میں
پکڑی گئی تھی۔ اور ان کو بیچ میں کھڑا کر کے کہا۔ "اے استاد!
یہ عورت بدکاری کرتی ہوئی پکڑی گئی ہے۔ موسیٰؑ کے قانون
کے مطابق ایسی عورت کو سنگسار کرنا جائز ہے۔ سو تو اس
عورت کے بارے میں کیا کہتا ہے؟" جب وہ اس سے پوچھتے
رہے تو اس نے سیدھے ہو کر ان سے کہا: "تم میں سے جس
نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ وہ پہلے اس کو پتھر مارے"۔ (10)

وہ اپنی تحریروں کے ذریعے قاری کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ غلطی اور گناہ کسی سے بھی سرزد ہو سکتا ہے مگر انسان کو منصف بننے کا اختیار نہیں دیا گیا۔ یہ قوت صرف خدا کے پاس ہے اور وہی سزا اور جزا کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ افضل انسان وہی ہے جو درگزر کرنا جانتا ہو۔ جس کا ظرف بڑا ہو اور جو خدا کی ذات پر بھروسہ رکھتا ہو۔

اسی طرح اپنے ایک افسانہ "گرنتھی" میں وہ دنیا کی اس حقیقت پر بات کرتے ہیں کہ موجودہ دور میں طاقتور کا مقابلہ صرف طاقتور کر سکتا ہے۔ جس کے پاس کوئی بڑا رتبہ نہیں، مال و دولت نہیں، قوت و اختیار نہیں وہ بے وقعت خیال کیا جاتا ہے اور اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں۔ دنیا اس سے جینے کے سارے حق چھین لیتی ہے اور یوں اس کا استحصال ہوتا رہتا ہے۔

تقسیم ہند ایک ایسا سانحہ ہے جس نے لوگوں کو شدید متاثر کیا اور ان کے حصے میں دکھ ڈال دیے جنہیں وہ کبھی بھلا نہ سکیں گے۔ ہندوستانیوں کے ساتھ انگریزوں کی بدسلوکی کا ذکر بلونت سنگھ کے ایک افسانے "ہندوستان ہمارا" میں ملتا ہے۔ جس میں ایک فوجی جوان جگجیت سنگھ اپنی بیوی کو شملہ لے جا رہا ہوتا ہے۔ ٹرین میں سوار ہونے کے وقت ایک انگریز اسے ڈبے میں بیٹھنے سے منع کر دیتا ہے۔ اس میں اس کرب کا بیان ملتا ہے جو ناگفتہ بہ ہے۔

"مادر وطن کے سینے پر مادر وطن کی ریل گاڑی کھڑی تھی
اور مادر وطن کے ایک بیٹے کو اس سرزمین سے ہزار ہا
میل پر رہنے والا ایک اجنبی گاڑی کے اندر داخل نہیں
ہونے دیتا تھا۔ اس کا یہ جائز حق کوئی قانون واپس
نہ دلا سکتا تھا۔" (11)

بلونت سنگھ خود کو محدود نہیں کرتے۔ ان کی کہانیوں کا کینوس وسیع ہے اور موضوعات میں تنوع واضح نظر آتا ہے۔ انہوں نے اسلامی اقدار اور روایات کو بھی بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ اپنے ایک افسانہ "کچوری" میں وہ ایک مسلمان گھرانے کی لڑکی کے دل کا حال بیان کرتے ہیں جو اپنے ذہن میں محبت کے تصور کا خاکہ بنتی ہوئی پائی جاتی ہے۔

"وہ آواز اسے دن میں کئی مرتبہ سنائی دیتی تھی۔ مختلف
لہجوں اور لوچ کے ساتھ۔ کبھی بلند قہقہے، کبھی دبی
دبی ہنسی۔ گھومتے پھرتے آشنا آوازوں میں اس
کے کانوں کو یہ آواز بھلی معلوم ہوتی تھی۔ وہ صرف
آواز سن کر کئی طرح کے تصوررات باندھتی تھی۔ ہر
تصور دلفریب ہوتا تھا۔ اسے سنتے رہنے کی دبی دبی
سی تمنا، اس کے دل میں کروٹیں لیا کرتی۔ چوری
چھپے مردانے میں جھانکنے کی اسے جرات ہی نہ ہوئی۔ بلکہ
اس کے دل میں اس کا خیال تک نہ آیا تھا۔" (12)

غربت، افلاس اور پسماندہ طبقے پر ایک دل کو چھو لینے والی کہانی "بھیک" ہے۔ اپنے اس افسانے میں بلونت سنگھ نے انسانی رویوں پر چوٹ دھری ہے۔ وہ ایسے لوگوں کی بات بھی کرتے ہیں جو حالات کی مار کھا کر مجبوری میں لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور ساتھ ہی ایسے لوگوں کا بھی ذکر کرتے ہیں جو اس پیشے کو اپنی مرضی سے اپناتے ہیں اور بھیک مانگنے سے شرمندہ نہیں ہوتے۔

"موقع و محل کو سمجھنے میں بھکاری انتہائی قابلیت کا ثبوت
دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ انسان کی باقی کمزوریوں سے
بھی خوب اچھی طرح واقف ہوتے ہیں۔ انہیں بے شمار
دعائیں بھی یاد ہوتی ہیں۔ ان میں بعض بھکاری تو ان
دعاؤں کو بڑی احتیاط سے استعمال کرتے ہیں۔ وہ اپنے
شکار کو دیکھ لیتے ہیں کہ اسے کسی دعا کی ضرورت ہے۔" (13)

وہ خصوصاً ایسے کردار تخلیق کرتے ہیں جن کو ہمارا معاشرہ حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور لوگ انہیں برا سمجھتے ہیں۔ پیشے اور کام کے اعتبار سے اس کے کردار کا جائزہ لیتے ہیں اور اس کو عزت و تکریم یا تذلیل کا حقدار قرار دیتے ہیں۔ افسانہ "کسبی" میں وہ طوائف کو قاری کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

"۔۔۔ تھوڑی دیر کے سکوت کے بعد دیوندر نے کہا "تم شاید
اندازہ نہ لگا سکو کہ میں اس وقت کیسے ذہنی کرب میں
مبتلا ہوں۔۔۔ ان عورتوں کا وجود انسانیت کی توہین ہے۔
یہ اس جہان کی غلاظت ہیں۔" (14)

بلونت سنگھ کی کہانیاں دیہات، شہر، بھکاری، کلرک، طوائف، ہندو، فوجی، مسلمان، انگریز، ڈاکو، ہمدردی، سیاست، نفسیات، طبقاتی کشمکش، عورت، سماجی مسائل، افلاس، آزادی، فسادات، محبت، تلخ حقیقتیں اور بہت سارے عنوانات کا احاطہ کرتی ہیں۔ ان کے افسانوں میں دنیا کا ہر رنگ پایا جاتا ہے۔ قاری خوشی اور غمی جیسی کیفیات کو محسوس کرتا ہے اور ان کی باریک بینی سے بیان کی گئی جزئیات نگاری کی داد دیتا ہے۔ وہ جذبات نگاری میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اور ان کے افسانوں کی منظر نگاری ان کے مشاہدے کی گہرائی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان کے کردار زندگی سے بھرپور ہیں اور وہ انہیں کمزور پیش نہیں کرتے۔ ان کی تحریریں اس ہمت اور بہادری کا درس دیتی ہیں جس کی اکثر قاری کو ضرورت ہوتی ہے اور وہ اسے سکون فراہم کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کے افسانوں میں تعصب نہیں ملتا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بلونت سنگھ ایک کامیاب افسانہ نگار ہیں۔ ان کے افسانے پڑھ کر قاری کو ایک خاص مسرت حاصل ہوتی ہے۔ بہت سارے ان کے افسانے قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے پنجاب کی مٹی کی خوشبو، حب الوطنی، معاشرتی مسائل اور سماجی ناہمواریوں کو بہت مہارت سے برتا ہے۔ وہ محبت اور جذبات کو کھل کر پیش کرتے ہیں اور ان کا اعتقاد یہ ہے کہ انسان نرم دل اور فطرتاً اچھا ہے۔ اور یہی پیغام وہ قاری کو بھی دیتے ہیں وہ انسان کے ظاہر اور باطن کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان کی کہانیوں سیدھی ہوتی ہیں اور ان میں کوئی الجھاؤ پیدا نہیں ہوتا۔ ان کی کہانیاں فنی اعتبار سے کامل ہیں اور انہوں نے اردو افسانوں کی تاریخ میں اپنی جگہ محفوظ کر لی ہے۔ اور کوئی بھی ناقد ان کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتا۔

حوالہ جات

1۔ جمیل اختر، کلیات بلونت سنگھ "افسانے" (مرتب)، جلد چہارم، قومی کونسل، دہلی، 2010، ص:8
2۔ گوپی چند نارنگ، بلونت سنگھ کے بہترین افسانے (مرتبہ) ساہتیہ اکیڈمی، بھارت، 1995، ص:76
3۔ آجکل (بلونت سنگھ نمبر) اوپندر ناتھ اشک، بلونت سنگھ: شخصیت اور فن (مضمون)، نئی دہلی، جنوری، 1995، ص:11
4۔ "سوغات" پنجاب کا البیلا (افسانہ) شمارہ 8، بنگلور، 1995، ص:220
5۔ ایضاً، ص:230

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

Vol.5 No.2 2022

6۔ممتاز آراء، بلونت سنگھ: فن اور شخصیت: تخلیق کار پبلشرز، دہلی، 2003، ص:136

7۔جمیل اختر "مجموعہ بلونت سنگھ "افسانے(مرتبہ)سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور، 2015، ص:171

8۔ایضاً، ص:31

9۔ایضاً، ص:186

10۔ایضاً، ص:579

11۔ایضاً، ص:289

12:ایضاً۔ص:261

13:ایضاً، ص:381

14:ایضاً، ص:192